توتم اس تکاثر اور تغافل میں نہ پڑتے۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ، اُوپر خلاصۂ تفسیر سے معلوم ہوچکا ہے کہ عین الیقین سے مراد وہ یقین ہے کہ جو کسی چیز کے مشاہدہ کے بعد حاصل ہوتا ہے اور یہ سب سے اعلیٰ درجہ یقین کا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف رکھتے تھے اور اُن کے پیچھے اُن کی قوم نے گوسالہ پرستی شروع کردی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہیں کوہ طور پر خبر کردی تھی کہ تمہاری قوم اس وبال میں مبتلا ہوگئی ہے مگر موسیٰ علیہ السلام پر اس خبر سے اتنا اثر نہیں ہوا جتنا اسوقت ہوا جب واپس پہنچکر اُنھوں نے بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی آنکھوں سے دیکھی اسکا اثر یہ ہوا کہ بے اختیار ہوکر الواح تورات ہاتھ سے چھوڑ دیں (رواہ احمد والطبرانی بسند صحیح۔ مظہری)

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ، یعنی تم سب سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے متعلق بازپرس ہوگی کہ تمنے اُن کا شکر کیا ادا کیا اور اُن کو گناہوں میں تو خرچ نہیں کیا، انھیں سے بعض نعمتوں کے متعلق تو خود قرآن میں دوسری جگہ وضاحت آگئی جیسا فرمایا اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا جسمیں انسان کی قوت شنوائی، بینائی اور دل سے متعلق وہ لاکھوں نعمتیں آگئیں جن کو انسان ہر لمحہ استعمال کرتا ہے

حدیث۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز بندہ سے جس چیز کا سب سے پہلے سوال ہوگا (وہ تندرستی ہے) اُس کو کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمھیں تندرستی نہیں دی تھی اور کیا ہم نے تمھیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا (الترمذی عن ابی ہریرہ وابن حبان فی صحیحہ۔ ابن کثیر)

حدیث۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محشر میں کوئی آدمی اپنی جگہ سے سرک نہ سکے گا جبتک پانچ سوالوں کا جواب اُس سے نہ لیا جائے۔ ایک یہ کہ اُس نے اپنی عمر کو کن کاموں میں فنا کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اُس نے اپنے شباب کی قوت کو کن کاموں میں خرچ کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو مال اُس نے حاصل کیا وہ کس کس طریقے جائز یا ناجائز سے حاصل کیا۔ چوتھے یہ کہ اس مال کو کہاں کہاں خرچ کیا، پانچویں یہ کہ جو علم اللہ نے اُس کو دیا تھا اُس پر کتنا عمل کیا۔ (رواہ البخاری)

اور امام تفسیر مجاہد نے فرمایا کہ قیامت میں یہ سوال دُنیا کی ہر لذت کے متعلق ہوگا (قرطبی) خواہ اسکا تعلق کھانے پینے سے ہو یا لباس اور مکان سے یا بیوی اور اولاد سے یا حکومت و عزت سے۔ قرطبی نے اس کو نقل کرکے فرمایا کہ یہ بالکل درست ہے اس سوال میں کسی خاص نعمت کی تخصیص نہیں ہے۔

سورۂ تکاثر کی خاص فضیلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے خطاب کرکے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی آدمی اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ ہر روز قرآن کی ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں کوئی الہاکم التکاثر نہیں پڑھ سکتا، مطلب یہ ہے کہ الہاکم التکاثر روزانہ پڑھنا ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کی برابر ہے۔ (مظہری بحوالہ حاکم وبیہقی عن ابن عمرؓ)

تمت سورۃ التکاثر بحمد اللہ تعالیٰ

سُورَةُ الْعَصْرِ

سُورَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُ آيَاتٍ

سورۂ عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۝١ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

قسم ہے عصر کی مقرر انسان ٹوٹے میں ہے مگر جو لوگ کہ یقین لائے اور کئے بھلے کام

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣ ع ۲۸

اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی، اور آپس میں تاکید کرتے رہے تحمل کی

خلاصۂ تفسیر

قسم ہے زمانہ کی (جس میں رنج و خسران واقع ہوتا ہے) کہ انسان (اپنی عمر ضائع کرنے کی وجہ سے) بڑے خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے کام کئے (جو اپنے نفس کا کمال ہے) اور ایک دوسرے کو حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے (جو دوسروں کی تکمیل ہے تو جو لوگ خود بھی یہ کمال حاصل کریں اور دوسروں کی بھی تکمیل کریں یہ لوگ البتہ خسارے میں نہیں بلکہ نفع میں ہیں)

معارف و مسائل

سورۂ عصر کی خاص فضیلت حضرت عبید اللہ ابن حصن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخص ایسے تھے کہ جب وہ آپس میں ملتے تھے تو اُسوقت تک جدا نہ ہوتے جب تک انمیں سے ایک دوسرے کے سامنے سورۂ والعصر نہ پڑھ لے (رواہ الطبرانی) اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ اگر لوگ صرف اسی

سورت میں تدبر کر لیتے تو یہی ان کے لئے کافی تھی (ابن کثیر)

سورۂ عصر قرآن کریم کی بہت مختصر سی سورت ہے لیکن ایسی جامع ہے کہ بقول حضرت امام شافعیؒ اگر لوگ اسی سورت کو غور و تدبر کے ساتھ پڑھ لیں تو دین و دُنیا کی دُرستی کے لئے کافی ہو جائے۔ اس سورت میں حق تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ نوع انسان بڑے خسارے میں ہے اور اس خسارہ سے مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں جو چار چیزوں کے پابند ہوں۔ ایمان، عمل صالح، دوسروں کو حق کی نصیحت و وصیت اور صبر کی وصیت، دین و دُنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا یہ قرآنی نسخہ چار اجزاء سے مرکب ہے جن میں پہلے دو جزء اپنی ذات کی اصلاح کے متعلق ہیں اور دوسرے دو جزء دوسرے مسلمانوں کی ہدایت و اصلاح سے متعلق ہیں۔

یہاں پہلی بات یہ غور طلب ہے کہ اس مضمون کے ساتھ زمانے کو کیا مناسبت ہے جس کی قسم کھائی گئی کیونکہ قسم اور جواب قسم میں باہم مناسبت ضرور ہوتی ہے۔ عام حضرات مفسرین نے فرمایا کہ انسان کے تمام حالات اسکا نشو و نما، اس کی حرکات سکنات، اعمال، اخلاق سب زمانے ہی کے اندر ہوتے ہیں۔ جن اعمال کی ہدایت اس سورت میں دی گئی ہے وہ بھی اسی زمانے کے لیل و نہار میں ہونگے اسکی مناسبت سے زمانہ کی قسم اختیار کی گئی،

زمانے کو نوع انسانی کے خسارے میں کیا دخل ہے

اور توضیح اس کی یہ ہے کہ انسان کی عمر کا زمانہ اس کے سال اور مہینے اور دن رات بلکہ گھنٹے اور منٹ اگر غور کیا جائے تو یہی اسکا سرمایہ ہے جس کے ذریعہ وہ دُنیا و آخرت کے منافع عظیمہ عجیبہ بھی حاصل کر سکتا ہے اور عمر کے اوقات اگر غلط اور بُرے کاموں میں لگا دیئے تو یہی اس کے لئے وبال جان بھی بن جاتے ہیں، بعض علماء نے فرمایا ہے ؎

حَيَاتُكَ أَنْفَاسٌ تُعَدُّ فَكُلَّمَا ✤ مَضَىٰ نَفَسٌ مِنْهَا انْتَقَصْتَ بِهِ جُزْءًا

یعنی تیری زندگی چند گنے ہوئے سانسوں کا نام ہے۔ جب ان میں سے ایک سانس گزر جاتا ہے تو تیری عمر کا ایک جزء کم ہو جاتا ہے حق تعالیٰ نے ہر انسان کو اُس کی عمر کے اوقاتِ عزیز کا بے بہا سرمایہ دے کر ایک تجارت پر لگایا ہے کہ وہ عقل و شعور سے کام لے اور اس سرمایہ کو خالص نفع بخش کاموں میں لگائے تو اس کے منافع کی کوئی حد نہیں رہتی اور اگر اس کے خلاف کسی مضرت رساں کام میں لگا دیا تو نفع کی تو کیا اُمید ہوتی یہ راس المال بھی ضائع ہو جاتا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں کہ نفع اور راس المال ہاتھ سے جاتا رہا۔ بلکہ اُس پر سیکڑوں جرائم کی سزا عائد ہو جاتی ہے اور کسی نے اس سرمایہ کو نہ کسی نفع بخش کام میں لگایا نہ مضرت رساں میں تو کم از کم یہ خسارہ تو لازمی ہی ہے کہ اسکا نفع اور راس المال دونوں ضائع ہو گئے اور یہ کوئی شاعرانہ تمثیل ہی نہیں بلکہ ایک حدیث مرفوع سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

كُلٌّ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا
یعنی ہر شخص جب صبح اُٹھتا ہے تو اپنی جان کا سرمایہ تجارت پر لگاتا ہے پھر کوئی تو اپنے اس سرمایہ کو خسارہ سے آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر ڈالتا ہے

خود قرآن کریم نے بھی ایمان و عمل صالح کو انسان کی تجارت کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے هَلْ أَدُلُّكُمْ

عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ، اور جب زمانہ عمر انسان کا سرمایہ ہوا اور انسان اسکا تاجر تو عام حالات میں اس تاجر کا خسارہ میں ہونا اس لئے واضح ہے کہ اس مسکین کا سرمایہ کوئی منجمد چیز نہیں جس کو کچھ دن بیکار بھی رکھا تو اگلے وقت میں کام آسکے بلکہ یہ سیال سرمایہ ہے جو ہر منٹ ہر سکنڈ بہہ رہا ہے اس کی تجارت کرنے والا بڑا ہوشیار مستعد آدمی چاہیئے جو بہتی ہوئی چیز سے نفع حاصل کرے۔ اسی لئے ایک بزرگ کا قول ہے کہ وہ برف بیچنے والے کی دوکان پر گئے تو فرمایا کہ اس کی تجارت کو دیکھ کر سورۂ والعصر کی تفسیر سمجھ میں آگئی کہ یہ ذرا بھی غفلت سے کام لے تو اسکا سرمایہ پانی بن کر ضائع ہو جائے گا اس لئے اس ارشادِ قرآنی میں زمانے کی قسم کھا کر انسان کو اس پر متوجہ کیا ہے کہ خسارے سے بچنے کے لئے جو چار اجزاء سے مرکب نسخہ بتلایا گیا ہے اس کے استعمال میں ذرا غفلت نہ برتے۔ عمر کے ایک ایک منٹ کی قدر پہچانے اور ان چار کاموں میں اسکو مشغول کر دے۔

زمانہ کی قسم کی ایک مناسبت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جائے وہ ایک حیثیت سے اس معاملہ کے شاہد کے قائم مقام ہوتی ہے اور زمانہ ایسی چیز ہے کہ اگر اسکی تاریخ اور اس میں قوموں کے عروج و نزول کے بھلے بُرے واقعات پر نظر کرے گا تو ضرور اس یقین پر پہنچ جائے گا کہ صرف یہ چار کام ہیں جن میں انسان کی فلاح و کامیابی منحصر ہے جس نے ان کو چھوڑا وہ خسارہ میں پڑا دُنیا کی تاریخ اس کی گواہ ہے۔

آگے ان چاروں اجزاء کی تشریح یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح جو خود انسان کی ذات سے متعلق ہیں انکا معاملہ واضح ہے کسی تشریح کا محتاج نہیں البتہ آخری دو جزء یعنی تواصی بالحق اور تواصی بالصبر یہ قابل غور ہیں کہ ان سے کیا مراد ہے۔ لفظ تواصی وصیت سے مشتق ہے کسی شخص کو تاکید کے ساتھ مؤثر انداز میں نصیحت کرنے اور نیک کام کی ہدایت کرنے کا نام وصیت ہے اسی وجہ سے مرنے والا جو اپنے بعد کے لئے کچھ ہدایات دیتا ہے اسکو بھی وصیت کہا جاتا ہے۔

یہ دو جزء، درحقیقت اسی وصیت کے دو باب ہیں۔ ایک حق کی وصیت دوسرے صبر کی وصیت، اب ان دونوں لفظوں کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حق سے مراد عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کا مجموعہ ہو اور صبر کے معنے تمام گناہوں اور بُرے کاموں سے بچنا ہو تو پہلے لفظ کا حاصل امر بالمعروف ہو گیا یعنی نیک کاموں کا حکم کرنا اور دوسرے کا حاصل نہی عن المنکر ہو گیا یعنی بُرے کاموں سے روکنا، اس مجموعہ کا حاصل پھر وہی ایمان اور عمل صالح جس کو خود اختیار کیا ہے اُس کی تاکید و نصیحت دوسروں کو کرنا ہو گیا اور ایک احتمال یہ ہے کہ حق سے مراد اعتقادات حقہ لئے جائیں اور صبر کے مفہوم میں تمام اعمال صالحہ کی پابندی بھی ہو اور بُرے کاموں سے بچنا بھی، کیونکہ لفظ صبر کے حقیقی معنے اپنے نفس کو روکنے اور پابند بنانے کے ہیں۔ اس پابندی میں اعمال صالحہ بھی آگئے اور گناہوں سے اجتناب بھی۔

اور حافظ ابن تیمیہ نے اپنے کسی رسالے میں فرمایا کہ انسان کو ایمان اور عمل صالح سے روکنے والی عادۃً دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک شبہات یعنی اُس کو ایمان و عمل صالح میں کچھ نظری اور فکری شبہات پیدا ہو جاویں

جن کے سبب عقائد ہی مختل ہو جائیں اور عقائد کے مختل ہونے سے عمل صالح کا خلل پذیر ہونا خود ظاہر ہے۔ دوسرے شہوات یعنی خواہشات نفسانی جو انسان کو بعض اوقات نیک عمل سے روک دیتی ہیں اور بعض اوقات بُرے اعمال میں مبتلا کر دیتی ہیں اگرچہ وہ نظری اور اعتقادی طور پر نیکی پر عمل اور بُرائی سے بچنے کو ضروری سمجھتا ہو مگر نفسانی خواہشات اُسکے خلاف ہوں اور وہ ان خواہشات سے مغلوب ہو کر سیدھا راستہ چھوڑ بیٹھے، تو آیت مذکور میں وصیت حق سے مراد یہ ہو کہ شبہات کو دُور کرے، اور وصیتِ صبر سے مراد یہ کہ نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر اچھے اعمال اختیار کرنے کی ہدایت کرے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ وصیتِ بالحق سے مراد دوسرے مسلمانوں کی علمی اصلاح ہے اور وصیت بالصبر سے مراد عملی اصلاح

نجات کے لئے صرف اپنے عمل کی اصلاح کافی نہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کی فکر بھی ضروری ہے

اس سورت نے مسلمانوں کو ایک بڑی ہدایت یہ دی کہ اُن کا صرف اپنے عمل کو قرآن و سُنّت کے تابع کر لینا جتنا اہم اور ضروری ہے اُتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان اور عمل صالح کی طرف بلانے کی مقدور بھر کوشش کرے ورنہ فقط اپنا عمل نجات کے لئے کافی نہ ہوگا، خصوصاً اپنے اہل و عیال اور احباب و متعلقین کے اعمال سیئہ سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے اگرچہ خود وہ کیسے ہی اعمال صالحہ کا پابند ہو، اسی لئے قرآن و حدیث میں ہر مسلمان پر اپنی اپنی مقدرت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کیا گیا ہے۔ اس معاملے میں عام مسلمان بلکہ بہت سے خواص تک غفلت میں مبتلا ہیں، خود عمل کرنے کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں، اولاد و عیال کچھ بھی کرتے رہیں انکی فکر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آیت کی ہدایت پر عمل کی توفیق نصیب فرما دیں۔

سُورَةُ الْهُمَزَةِ

سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعُ آيَاتٍ

سورۂ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ يَحْسَبُ

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا خیال کرتا ہے

أَنَّ مَالَهٗٓ أَخْلَدَهٗ ۝٣ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا

کہ اسکا مال سدا کو رہے گا اسکے ساتھ کوئی نہیں وہ پھینکا جائیگا اُس روندنے والی میں اور تو کیا سمجھا کون ہے وہ

الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْـِٕدَةِ ۝٧ إِنَّهَا

روندنے والی ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جھانک لیتی ہے دل کو اُن کو

ع ۹ / ۲۹

عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

اُنہیں موند دیا ہے لمبے لمبے ستونوں میں

خلاصۂ تفسیر

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو (اور) رُو در رُو طعنہ دینے والا ہو جو (بہت حرص کی وجہ سے) مال جمع کرتا ہو اور (اُس کی محبت اور اُس پر فخر کے سبب) اس کو بار بار گنتا ہو (اسکے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا) وہ خیال کر رہا ہے کہ اسکا مال اسکے پاس سدا رہے گا (یعنی مال کی محبت میں ایسا انہماک رکھتا ہو جیسے وہ اسکا معتقد ہے کہ وہ خود بھی ہمیشہ زندہ رہیگا اور اسکا مال بھی ہمیشہ یوں ہی رہے گا حالانکہ یہ مال اسکے پاس) ہرگز نہیں (رہے گا، آگے اُس ویل یعنی خرابی کی تفصیل ہے کہ) واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائیگا جس میں جو کچھ پڑے وہ اُس کو توڑ پھوڑ دے، اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے وہ اللہ کی آگ ہے جو (اللہ کے حکم سے) سُلگائی گئی ہے (آگ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے میں اُس آگ کے سخت اور ہولناک ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور وہ ایسی ہے) جو (بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی وہ (آگ) اُن پر بند کر دی جاویگی (اس طرح سے کہ وہ لوگ آگ کے) بڑے لمبے لمبے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے جیسے کسی کو آگ کے صندوقوں میں بند کر دیا جائے)

معارف و مسائل

اس سورت میں تین سخت گناہوں پر عذاب شدید کی وعید اور پھر اُس عذاب کی شدت کا بیان ہے وہ تین گناہ یہ ہیں ہمز، لمز، جمع مال۔ ہمز اور لمز چند معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اکثر مفسرین نے جس کو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمز کے معنی غیبت یعنی کسی کے پیٹھ پیچھے اُس کے عیوب کا تذکرہ کرنا ہے اور لمز کے معنے آمنا سامنے کسی کو طعنہ دینے اور بُرا کہنے کے ہیں، یہ دونوں ہی چیزیں سخت گناہ ہیں۔ غیبت کی وعیدیں قرآن و حدیث میں زیادہ ہیں جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس گناہ کے اشتغال میں کوئی رکاوٹ سامنے نہیں ہوتی جو اسمیں مشغول ہو تو بڑھتا چڑھتا ہی چلا جاتا ہے اسلئے گناہ بڑے سے بڑا اور زیادہ سے زیادہ ہوتا جاتا ہے بخلاف آمنا سامنے کہنے کے کہ وہاں دوسرا بھی مدافعت کے لئے تیار ہوتا ہے اسلئے گناہ میں امتداد نہیں ہوتا، اسکے علاوہ کسی کے پیچھے اسکے عیوب کا تذکرہ اس لئے بھی بڑا ظلم ہے کہ اُس کو خبر بھی نہیں کہ مجھ پر کیا الزام لگایا جا رہا ہے کہ اپنی صفائی پیش کر سکے۔

اور ایک حیثیت سے لمز زیادہ شدید ہے، کسی کے روبرو اُس کو بُرا کہنا اُس کی توہین و تذلیل بھی ہے، اور اس کی ایذا بھی اشد ہے اسی اعتبار سے اسکا عذاب بھی اشد ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَآءَ الْعَنَتَ